فہرست مضامین

صحیح بخاری کا مطالعہ، محمد بن اسماعیل کے حالات

امام بخاری کا دور یا زمانہ:

محمد بن اسماعیل المقلب "بامیر المومنین فی الحدیث"(19 جولائی 810 المتوفی 1 ستمبر 870) مامون الرشید(14 ستمبر 786 المتوفی 7 اگست 833)(عمر 47)، معتصم باللہ(17 اکتوبر 796ء المتوفی 5 جنوری 842ء)(عمر 45 سال) واثق باللہ(18 اپریل 812ء المتوفی 10 اگست 847ء)(عمر: 36 سال قمری، 35 سال شمسی) متوکل باللہ(31 مارچ 822 المتوفی 11 دسمبر 861(39 سال)، منتصر باللہ(اکتوبر 837 المتوفی المتوفی جون 862)(عمر: 24-25) اور معتز باللہ (5 فروری 865ء المتوفی 11 جولائی 869ء(22 سال) کے دور میں جئے ہیں۔ یعنی امام بخاریؒ تقریباً چھ عباسی بادشاہوں کے دور کو دیکھ چکے ہیں۔

اس ابتدائی عباسی دور میں خلافت اسلامیہ کا پرچم پورے قوت کے ساتھ لہرا رہا تھا، اور بنی عباس کے اس دور میں علماء بہت عزت وخیال رکھا جاتا تھا، بادشاہ اور اس کے متعلقین خود علماء، فقہاء اور محدثین کے مجالس میں شریک ہوتے تھے بلکہ بنو عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کو روات حدیث میں شمار کیا جاتا ہے۔

مامون کے دور میں دیگر علوم کا اہتمام شروع کیا گیا، علماء کے مابین حوار ومناظرہ پھیلنے لگا اور مامون خود بھی ان میں بذات خود شریک ہوتا تھا، اس دور میں معاشرے میں فکر کی آزادی اس حد تک جا پہنچی کہ معاشرے میں بدعات نے جگہ بنانا شروع کیا اور خلق قرآن کا مسئلہ بھی اس دور کی یادگار شمار کیا جاتا ہے۔

یہی وہ دور ہے جس میں علوم کا ترجمہ شروع ہوا اور مامون رشید کو دیگر زبانوں کو عربی میں منتقل کرنے کا بے حد شوق تھا، اسی شوق کے ہاتھوں بہت سی یونانی کتابوں کے عربی تراجم کروائے اور ان تراجم پر کثیر رقم صرف کیا۔ اس دور میں مسلمانوں نے اس بات کا زیادہ اہتمام کیا کہ دیگر علوم کو عربی میں منتقل کیا جائے اور اس دور میں دیگر علوم کے علاوہ ریاضی، طب، منطق، فلسفہ کے متعلق علوم یونانی، ہندی اور فارسی سے عربی میں منتقل کر دیے گئے۔

اس مبارک دور میں علوم حدیث پر بے انتہاء کام ہوااور وہ کتابیں منصہ شہود پر آگئی جس پر پوری امت کو بجاطور پر فخر ہے، جن میں مصنفین نے احادیث کے تمام اقسام کو اپنے کتابوں میں یکجا کر دیااور اس کے علاوہ فتاوٰی اور اقوال تابعین کو جمع کرنے کا پورااہتمام کیا گیا جیسے مصنف شعبہ بن الحجاج المتوفی 160ھ، مصنف اللیث بن سعد المتوفی 175ھ، موطامالک المتوفی 179ھ، مصنف سفیان بن عیینہ المتوفی 198ھ۔

اس دور کو علم حدیث کے لیے روشن ترین دور سے تعبیر کر سکتے ہیں، جس میں صحاح، مسانید اور جوامع لکھے گئے اور اس دور میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ جیسے عبقری محدثین پیدا ہوئے بلکہ یہی دور محدثین، تدوین حدیث کے لیے بہترین دور کہلانے کا مستحق ہے۔

لیکن اس کے ساتھ اس دور میں دیگر مذاہب وآراء، ملل ونحل بھی پیدا ہو گئے اس دور میں جیسے اہل خیر وصلاح کی بہتات نظر آتی ہے ایسے ہی اس دور میں اہل شر وفساد، ملحدین اور احادیث مبارکہ کو وضع کرنے والے بھی اس دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہی دور تھا جس میں امام بخاریؒ پیدا ہوئے اور احادیث مبارکہ کی وہ خدمت کی یہ تاقیامت اس خدمت کو یاد رکھا جائے گا۔

امام بخاریؒ کا شجرہ نسب:

نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ، والد کا نام اسماعیل، دادا کا نام ابراہیم بن مغیرہ ہیں۔امام بخاری کے پر دادا مغیرہ حاکم بخارا جعفی کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔

آپ کے والد ماجد اسماعیل اکابر محدثین میں سے ہیں۔کنیت ابو الحسن ہے۔حضرت امام مالک کے اخص تلامذہ میں سے ہیں۔

ولادت امام بخاری!

امام بخاری کی ولادت بروز جمعہ 13 شوال المکرم 194ھ بمطابق 19 جولائی 810ء کو بخارا شہر میں بعد از نمازِ جمعہ کو شہر بخارا خراسان میں ہوئی۔

امام بخاریؒ نے صاحب ثروت باپ کے گھر میں آنکھیں کھولی تھی۔ جس گھر میں علم کی دولت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے مادی دولت بھی وافر مقدار میں انہیں نصیب کیا تھا لیکن والد کا سایہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ امام بخاری ابھی بچے ہی تھے کہ والد فوت ہو گئے اور اس معصوم بچے کی پرورش کی تمام ذمہ داریاں ان کے والدہ محترمہ کے ذمہ لگ گئے۔

امام صاحب کی والدہ محترمہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ولی اللہ تھا اور اہل کرامت میں انہیں شمار کیا گیا ہے۔ اس ذیل میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ بچپن میں امام صاحبؒ کی بینائی چلی گئی والد محترمہ بہت زیادہ باری تعالیٰ سے دعائیں کرتی تھی اور ایک رات حضرت ابراھیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور خواب میں ابراھیم علیہ السلام نے انہیں بشارت دی کہ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ نے آپ کے بچے کی بینائی لوٹادی۔ جب صبح ہوئی تو واقعی امام صاحب کی بینائی واپس آچکی تھی۔

امام صاحب کے زندگی کی شب وروز ایسے گھر میں گزرتے رہے اور اس کے ساتھ امام صاحب حفظ قرآن مجید اور دیگر عصری کتابیں پڑھتے رہے، جب امام صاحب دس سال کے ہو گئے تو احادیث کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اختلاف الشیوخ والعلماء سے بھی اپنے آپ کو باخبر کرتے رہے اور علمی مجالس کے حلقات بھی شریک ہوتے رہے۔

امام صاحب کے بارے میں منقول ہے کہ دس گیارہ سال کے عمر میں ہی مشائخ کے اغلاط کو پکڑ لیتے تھے اور ان کی تصحیح کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے استاذ داخلی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا" حدثنا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم "۔ آپ نے فرمایا، ابی الزبیر نہیں زبیر بن عدی ہے۔ استاذ حیران رہ گئے اور انہوں نے بھری مجلس میں امام بخاری کی تحسین کی۔ سولہ سال کی عمر میں امام صاحب نے عبداللہ بن مبارک، وکیع اور دیگر اصحاب ابی حنیفہ کی کتابوں کہ از بر کر لیا تھا۔ اور اس کے ساتھ اس دور کے جتنے بھی مشائخ سے علم کا حصول ممکن تھا امام صاحب ان سب کے پاس تلمذ کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

سفر حرمین اور پہلی تصنیفی خدمت تاریخ الکبیر[1] اور قضایا الصحابہ والتابعین:

اٹھارہ برس (بعض نے سولہ سال کا کہا ہے) کے عمر میں امام بخاری اپنے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل اور اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج کرنے کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ حج کے بعد ان کے بھائی تو والدہ کو لے کر واپس چلے گئے اور امام بخاری مزید تعلیم کے حصول کے لیے وہیں رہ گئے۔ اسی دوران انہوں نے "قضایا الصحابۃ والتابعین" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس کے بعد چاندنی راتوں میں روضہ انور کے پہلو میں بیٹھ کر "تاریخ کبیر تصنیف کی۔ امام بخاری کہتے ہیں "میں نے تاریخِ کبیر میں جتنے لوگوں کے اسماء ذکر کیے ہیں مجھے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں کوئی نہ کوئی قصہ معلوم تھا۔ لیکن اختصار کے سبب میں نے ان تمام قصوں کو درج نہیں کیا۔ تاریخ کبیر کی تکمیل ہوتے ہی اس کی نقل کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ محمد بن یوسف فریابی کہتے ہیں کہ میں نے تاریخ کبیر کو اس وقت نقل کیا جب امام بخاری کی ڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی۔

حصول علم کے لیے اسفار:

امام بخاری نے طلبِ حدیث کے لیے پہلا سفر مکہ کی طرف سن 216 ھ میں کیا تھا اور اگر وہ اس سے پہلے سفر کرتے تو اس کے زمانہ کے طبقہ عالیہ کے ان محدثین سے روایت حاصل کر لیتے جن سے ان کے معاصرین نے روایت کی ہے۔ اگرچہ انہوں نے طبقہ عالیہ کے مقارب رواۃ مثلاً یزید بن ہارون اور ابوداؤد طیاسی کا زمانہ پالیا تھا۔

---

[1] علم رجال پر امام بخاری رحمہ اللہ کی سب سے بڑی کتاب "التاریخ الکبیر" ہے، اس کتاب میں امام بخاری نے ساڑھے تیرہ ہزار کے قریب (13308) رواۃ حدیث کا احاطہ کیا ہے، یہ کتاب نو جلدوں میں چھپی ہے، یہ تعداد صحاح ستہ کے جملہ رواۃ سے کہیں زیادہ ہے، چنانچہ صحاح ستہ کے رواۃ پر مشتمل کتاب حافظ مزی کی "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" کے مطابق صحاح ستہ کے کل رواۃ آٹھ ہزار (8045) ہیں، یوں امام بخاری نے صحاح ستہ کے کل رواۃ سے بھی زیادہ رواۃ کے کوائف واحوال جمع کئے، گویا صحاح ستہ کی تصنیف سے پہلے ہی امام بخاری صحاح ستہ کے جملہ رواۃ حدیث کے احوال و کوائف لکھ چکے تھے۔

امام بخاری نے رجال پر اس کے علاوہ "التاریخ الاوسط" "التاریخ الصغیر" اور الضعفاء الصغیر" لکھی ہیں، یہ تینوں کتب بھی مطبوعہ ہیں۔

جس زمانہ میں امام بخاری مکہ میں وارد ہوئے اس وقت یمن میں امام عبدالرزاق بقید حیات تھے۔ امام بخاری نے ان سے روایت حدیث کے لیے یمن جانے کا قصد کیا لیکن کسی نے ان کو غلط خبر دی کے امام عبدالرزاق کا انتقال ہو گیا یہ سن کر انہوں نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا اور ایک واسطہ کے ساتھ امام عبدالرزاق سے روایت حدیث کرنے لگے۔

امام بخاری نے روایت حدیث کے سلسلہ میں بارہا دور دراز شہروں کا سفر کیا اور برسہا برس وطن سے دور بیٹھے اکتسابِ علم کرتے رہے۔ انہوں نے خود بیان کیا ہے کہ میں طلبِ حدیث کے لیے مصر اور شام دو مرتبہ گیا۔ چار مرتبہ بصرہ گیا، چھ سال حجاز مقدس میں رہا اور اَن گنت مرتبہ محدثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد گیا۔

بے مثال حافظہ اور خداداد ذھانت:

امام بخاری کا ذہن بہت بیدار اور نکتہ رس تھا وہ قرطاس و قلم پر اتنا اعتماد نہیں کرتے تھے جتنا انہیں اپنے حافظہ اور ذہن پر اعتماد تھا۔ لوگوں نے بارہا فن حدیث میں امام بخاری کی قابلیت کا امتحان لیا لیکن وہ اپنی خداداد ذہانت اور بے مثال حافظہ کی درجہ سے ہمیشہ سرخرو رہے۔

امام بخاری بے پناہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ جب ہم ان کی قوتِ حفظ کے کارنامے صفحات تاریخ پر دیکھتے ہیں تو یوں گمان ہوتا ہے جیسے وہ سر سے پیر تک حافظہ ہی حافظہ ہوں۔ ان کے حافظہ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں ابوہریرہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری لڑکپن میں ہمارے ساتھ حدیث کا ے سماع کے لیے مشائخِ بصرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ امام بخاری کے سوا ہم تمام ساتھی احادیث ضبط تحریر میں لے آئے تھے۔ سولہ دن گزر جانے کے بعد ایک روز ہمیں خیال آیا اور ہم نے بخاری کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے احادیث ضبط نہ کر کے اتنے دنوں کی محنت ضائع کر دی۔ امام بخاری نے ہم سے کہا اچھا تم اپنے ضبط شدہ نوٹ لے آؤ۔ ہم اپنے نوٹ لے کر آئے اور امام بخاری نے سلسلہ دار احادیث سنانی شروع کر دیں۔ یہاں تک انہوں نے پندرہ ہزار سے زیادہ احادیث بیان کر ڈالیں اور یہ سن کر ہمیں یوں گمان ہوتا تھا کہ گویا یہ روایات ہمیں امام بخاری نے لکھوائی ہیں۔

امام صاحب کے غضب کے حافظہ اور ذھانت کے بارے میں اتنے واقعات تاریخ میں موجود ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو شائد کتاب بن جائے۔

امامؒ کے اساتذہ اور مشائخ:

امام بخاری کے اساتذہ اور مشائخ کی تعداد بہت زیادہ ہے انہوں نے شہر در شہر اور قریہ در قریہ جا کر علم حدیث حاصل کیا۔ امام بخاری نے حصول روایت میں اکابر، اماثل اور اصاغر کے فرق کا کبھی خیال نہیں رکھا۔ انہیں جہاں سے بھی روایت ملتی اخذ کر لیتے خواہ بیان کرنے والا ان سے برتر ہو یا کمتر۔ امام بخاری کے اساتزہ و مشائخ کی تعدادیوں تو ایک ہزار سے زائد ہے۔ ان میں امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین، اسحاق بن راہویہ، محمد بن یوسف، ابراہیم الاشعث۔ قتیبہ بن سعید خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کثرت طرق پر اطلاع:

امام بخاری علمِ حدیث میں ہمہ قسم کی معلومات کے حامل تھے، حدیث کے تمام طرق ان کی نظر میں ہوتے تھے ایک روایت جتنی اسانید سے مروی تھی امام بخاری کو ان تمام پر عبور ہوتا تھا، اس زمانہ میں فرق و اسانید پر ان سے زیادہ کسی کو دسترس نہیں تھی۔

معرفت علل حدیث:

علل حدیث کی معرفت کو علم اصول حدیث میں انتہائی اہمیت دی جاتو ہے حدیث معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کوئی علت خفیہ قادحہ ہو یعنی حدیث بظاہر صحیح حدیث معلوم ہوتی ہو لیکن دراصل اس میں کوئی سقم ہو مثلاً موقوف کو مرفوع قرار دیا گیا ہو یا بالعکس اسی طرح مرسل کو موصول قرار دیا ہو یا بالعکس یا ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث میں داخل کر دیا گیا ہو یا اور کوئی وہم ہو۔ ان علل مزکورہ میں سے کوئی علت بھی سند یا متن میں پائی جاتی ہو تو وہ حدیث معلل ہوتی ہے۔ آئمہ حدیث نے روایت معلل کی معرفت کو بہت مشکل قرار دیا ہے حتیٰ کہ عبدالرحمان مہدی نے کہا کہ علل حدیث کی معرفت الہام کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

امام بخاری حدیث کے باقی فنون کی طرح علل حدیث میں بھی انتہائی ماہر اور اپنے وقت کے امام گردانے جاتے ہیں اور بڑے بڑے مشہور محدث آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے علل حدیث کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے۔

وجہ تالیف کتاب "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلي الله عليه و آله و سلم وسننه وأيامه"

اس کتاب کا پورا نام "**الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلي الله عليه و آله و سلم وسننه وأيامه**" ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تفصیلاً لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وتابعین کے پاکیزہ زمانوں میں احادیث کی جمع و ترتیب کا سلسلہ کماحقہ نہ تھا۔ ایک تو اس لیے کہ شروع زمانہ میں اس کی ممانعت تھی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔ محض اس ڈر سے کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث کے متون باہمی طور پر گڈمڈ نہ ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کے حافظے وسیع تھے۔ ذہن صاف تھے۔ کتابت سے زیادہ ان کو اپنے حافظہ پر اعتماد تھا اور اکثر لوگ فن کتابت سے واقف نہ تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتابت احادیث کا سلسلہ زمانہ رسالت میں بالکل نہ تھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وجوہ بالا کی بنا پر کماحقہ نہ تھا۔ پھر تابعین کے آخر زمانہ میں احادیث کی ترتیب وتبویب شروع ہوئی۔ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ نے حدیث کو ایک فن کی حیثیت سے جمع کرانے کا اہتمام فرمایا۔ تاریخ میں ربیع بن صبیح اور سعید بن عروبہ وغیرہ وغیرہ حضرات کے نام آتے ہیں جنھوں نے اس فن شریف پر باضابطہ قلم اٹھایا۔ اب وہ دور ہو چلا تھا جس میں اہل بدعت نے من گھڑت احادیث کا ایک خطرناک سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر طبقہ ثالثہ کے لوگ اٹھے اور انہوں نے احکام کو جمع کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے فقہ حنفی کے لیے اس قدر اسناد احادیث اکھٹی فرمائیں کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس احادیث نبوی کے صندوق بھرے ہیں۔ آپ نے چار ہزار اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اسی طرح حضرت امام مالک نے موطا تصنیف کی جس میں اہل حجاز کی قوی روایتیں جمع کیں اور اقوال صحابہ فتاوی وتابعین کو بھی شریک کیا۔ ابو محمد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے مکۃ المکرمہ میں اور ابو عمرو عبدالرحمن بن عمر اوزاعی نے شام میں اور عبداللہ سفیان بن سعدی ثوری نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد بن سلمہ دینار نے

بصرہ میں حدیث کی جمع ترتیب وتالیف پر توجہ فرمائی۔ان کے بعد بہت سے لوگوں نے جمع احادیث کی خدمت انجام دی اور دوسری صدی کے آخر میں بہت سی مسندات وجود پذیر ہو گئیں جیسے مسند امام احمد بن حنبل، مسند امام اسحق بن راہویہ، مسند امام عثمان بن ابی شیبہ، مسند امام ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ وغیرہ۔

ان حالات میں سید المحدثین امام الائمہ حضرت امام بخاری علیہ کا دور آیا۔آپ نے ان جملہ تصانیف کو دیکھا، ان کو روایت کیا۔انہوں نے دیکھا کہ ان کتابوں میں صحیح اور حسن ضعیف سب قسم کی احادیث موجود ہیں۔اور ایک ایسی حدیث کی کتاب ہونا چاہیے جس میں صرف صحیح احادیث جمع کیے جائیں تو اس ارادہ سے امام صاحب نے اس کتاب کو جمع فرمایا۔

کچھ آثار سے ثابت ہے کہ امام صاحب کے استاد اسحق بن راہویہؒ کی یہ خواہش تھی کہ امام صاحب ایک ایسی کتاب حدیث پر لکھے جس میں تمام احادیث صحیح درجہ کی ہو اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحق بن راہویہ کے پاس کوئی شخص آیا اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے تو امام صاحب کو یہ بات اچھی لگی اور پھر اپنے کتاب کو لکھنا شروع کیا اور بعد میں جب کتاب کی کتابت مکمل ہو گئی تو اپنے اساتذہ سے اس کی توثیق بھی کرائی۔

کتاب کو لکھنے کا طریقہ:

اس بارے میں خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ کر لی ہو۔بیت اللہ شریف میں اسے میں نے تالیف کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہر حدیث کے لیے استخارہ کیا۔مجھے جب ہر طرح اس حدیث کی صحت کا یقین ہوا، تب میں نے اس کے اندارج کے لیے قلم اٹھایا۔اس کو میں نے اپنی نجات کے لیے حجت بنایا ہے۔اور چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ چھانٹ کر میں نے اسے جمع کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا منہج سب سے الگ نوعیت پر مشتمل ہے، ان کا اخذ حدیث، جمع وکتابت اور شیوخ سے احادیث لینے کا معیار اور اسناد کی جانچ۔ان سب میں ان کا معیار تمام ہم عصر محدثین سے بالکل الگ ہے۔

امام بخاریؒ نے ایک ہزار سے قریب شیوخ سے حدیث نقل کیا لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اپنے کتاب میں طبقات خمسہ میں سے پہلے طبقہ سے احادیث بیان کی ہیں اور صحیح و غیر صحیح روایت کے بارے میں ان کا جو منہج ہے اس اختلاف کو بھی بیان کر دیا ہے۔

کتابت حدیث میں ان کا منہج ہر لحاظ سے منفرد ہے، اور کافی اختصاصات رکھتے ہیں، جیسے مکانی، زمانی لحاظ سے بھی حدیث کو پرکھتے ہیں، رواۃ کے بارے میں ان کا علم انتہائی عمیق ہے۔ اس وجہ سے اس کتاب کو جمع کرنے میں پورے سولہ سال کا عرصہ لگا۔

صحیح بخاری کے احادیث کی تعداد:

حافظ ابن الصلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد بشمول مکررات سات ہزار دو سو پچھتر (7275) ہے۔ اور مکررات کے بغیر چار ہزار ہے۔ امام نووی نے علوم الحدیث کے اختصار میں اسی تعداد کو درج کیا ہے، گویا امام نووی حافظ ابن الصلاح کے مؤید ہیں۔ اسی طرح دیگر علماء کرام اسی تعداد کو بیان کرتے ہیں، مگر حافظ ابن حجر اس تعداد پر کڑی تنقید کرتے ہیں کہ مکررات سمیت اور بلا تکرار احادیث کی تعداد دونوں صحیح نہیں۔ یہ تعداد اس لیے صحیح نہیں کہ جو تعداد اوپر ذکر کی جارہی ہے، وہ صرف مسندات کی شمار کی جائے، جس طرح امام نووی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ تعداد صرف مسندات کی ہے۔ حقیقت میں مکررات سمیت مسندات کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور مکررات کے بغیر تعداد چار ہزار سے بھی کم ہو جائے گی۔ اگر موقوفات اور معلقات کو شامل کر لیا جائے تو تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علماء محنت نہیں کرتے۔ پہلے علماء کی بات ہی ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ کتاب ''جواب المتعنت'' کے مصنف ابوالفضل بن طاہر نے احادیث کو شمار کیا ہے۔ انہوں نے جواب المتعنت میں بخاری کی جن احادیث کو شمار کیا ہے، اس میں کسی باب میں احادیث زیادہ ہیں لیکن کم درج ہو گئیں۔ اسی کو امام نووی ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح امام نووی سے بھی غلطی سرزد ہو گئی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ہر باب اور ہر کتاب کی الگ الگ احادیث شمار کی ہیں۔ اس کے بعد کل تعداد بیان کی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق احادیث بخاری کی تعداد حسب ذیل ہے۔

مسندات مکررات سمیت کل احادیث کی تعداد سات ہزار تین سو ستانوے (7397) ہے۔ اس طرح علوم الحدیث کی بیان کردہ تعداد سے ایک سو بائیں احادیث کا فرق ہو گیا۔(7397-7275=122)

حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق معلقات کی تعداد تکرار سمیت ایک ہزار تین سو اکتالیس (1341) ہے۔ اگر معلقات سے مکررات کو نکال دیا جائے تو معلقات بلا تکرار کی تعداد ایک سو انسٹھ (159) رہ جاتی ہے۔ اگر متابعات اور تنبیہات علی اختلاف الروایات کو شمار کیا جائے تو مکررات سمیت ان کی تعداد تین سو چوالیس (344) ہے۔ اور موقوفات کی تعداد ایک ہزار چھ سو آٹھ (1608) ہے۔ تو اس طرح مکررات سمیت مسندات، معلقات اور متابعات کی تعداد نو ہزار بیاسی (9082) ہے۔(7397+1341+344=9082) اور اگر موقوفات کو بھی ان میں جمع کر لیا جائے تو تعداد دس ہزار چھ سو نوے (10690) ہو جائے گی۔(9082+160810690=) اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نووی اور ابن الصلاح کی تعداد درست نہیں۔

حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق بلا تکرار مسندات کی تعداد دو ہزار چھ سو دو (2602) ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ہر صحابہ کی بلا تکرار احادیث کو شمار کیا ہے، وہ تعداد دو ہزار چھ سو دو (2602) ہے۔ حافظ ابن الصلاح اور امام نووی نے مسندات بلا تکرار کی جو تعداد بیان کی ہے، وہ تقریباً چار ہزار ہے۔ اس طرح دونوں کی گنتی میں تقریباً تیرہ سو اٹھانوے (1398) احادیث کا فرق ہو گیا۔ حافظ ابن حجر اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حدیث ایک مقام پر مختصر اور دوسرے مقام پر مطول آگئی تو اس کو انہوں نے دو حدیثیں شمار کر لیا، اس طرح احادیث کی تعداد بڑھ گئی، ورنہ حقیقت میں تعداد کم ہے۔ اور اگر معلقات بلا تکرار کو مسندات کے ساتھ شمار کیا جائے تو کل تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ (2761) ہو گی۔ پھر بھی یہ تعداد چار ہزار کو نہیں پہنچتی۔

بعض لوگ حافظ ابن حجر پر سخت اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کی تعداد میں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ بلا تکرار مسندات اور معلقات میں ان کے تین قول ہو گئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بلا تکرار مسندات اور معلقات کی تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ (2761) ہے۔ مسندات دو ہزار چھ سو دو (2602) ہیں اور معلقات ایک سو انسٹھ (159) ہیں۔ دوسرا قول جو مقدمہ فتح الباری کے ایک نسخے میں لکھا ہوا ہے کہ مسندات بلا تکرار کی تعداد دو ہزار چار سو چونسٹھ (2464) ہے۔

اگر معلقات کو ساتھ ملا لیا جائے تو کل تعداد دو ہزار چھ سو تیئیس (2623) ہے۔ حافظ ابن حجر کا تیسرا قول جو فتح الباری کے آخر میں ہے کہ بخاری میں بلا تکرار مسندات اور معلقات کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ (2513) ہے۔

اب پہلے اور تیسرے قول میں دو سو اڑتالیس (248) احادیث کا فرق ہے۔ دوسرے اور تیسرے قول میں ایک سو دس (110) احادیث کا فرق ہے۔

اس اعتراض کا جواب دیا جاسکتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ میں جو اعداد شمار کیے ہیں، وہ تعداد ہر صحابی کی الگ الگ احادیث شمار کرنے کے بعد بیان کی ہے۔ ایک حدیث بخاری میں دو تین مقامات پر آگئی تو اس کو ایک شمار کیا ہے۔ اگر اس حدیث کے دو الگ الگ راوی ہیں تو راوی کے لحاظ سے ایک حدیث کو دو مرتبہ شمار کیا، گویا یہ تعداد باتکرار اور بلا تکرار بھی ہے۔ دوسری مرتبہ جب اس قسم کے تکرار کو نکالا تو تعداد دو ہزار چھ سو تیئیس (2623) ہوگئی۔ لیکن پھر بھی سمجھا کہ ابھی تکرار باقی ہے تو تحقیق کرتے رہے، حتیٰ کہ جب فتح الباری کے آخر تک پہنچے تو بلا تکرار احادیث کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ (2513) رہ گئی۔ گویا اقوال تعداد کا تعارض مختلف اوقات کی وجہ سے ہے۔ فیض الباری کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ مقدمہ میں جو تعداد بیان کی ہے، وہ صحیح ہے۔ فتح الباری کے آخر والی تعداد درست نہیں، اس لیے کہ مقدمہ والی تعداد میں احتیاط زیادہ ہے۔ مولانا احمد علی سہارنپوری نے اس بات کا خیال نہیں رکھا، بلکہ یہ کہا ہے کہ فتح الباری کے آخر والی تعداد زیادہ درست ہے۔

بہر حال اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے احادیث کی تعداد شمار کرنے میں بڑی احتیاط کی ہے، مگر جو تعداد بیان کی ہے، اس سے تعداد حقیقت اور واقع میں زیادہ ہے۔ موجودہ وقت میں محمد فؤاد مصری نے بخاری کی مسند احادیث پر نمبر لگائے ہیں۔ آخری حدیث کا نمبر سات ہزار پانچ سو تریسٹھ (7563) ہے۔ حافظ ابن حجر کی تعداد اس سے کم ہے۔ محمد فؤاد والی تعداد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ مسلسل نمبر لگا رہے ہیں۔ تکرار سمیت مسندات کی تعداد سات ہزار پانچ سو تریسٹھ (7563) ہے۔ اگر مسندات، معلقات، تنبیہات اور موقوفات کی تعداد شمار کی جائے تو مجموعہ دس ہزار آٹھ سو چھپن (10856) بنتا ہے۔ انتہائی کوشش کے بعد یہ تعداد معلوم ہوئی ہے۔ پھر بھی غلطی کا امکان موجود ہے۔

کتاب بخاری کے نسخے:

بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری سے الجامع الصحیح المسند کو نوے ہزار آدمیوں نے سنا ہے۔ مگر جو نسخے ہم تک بسند متصل ان کے شاگردوں کی وساطت سے پہنچتے ہیں، وہ چار ہیں۔

نسخہ اول؛ حافظ فربری کا نسخہ :

ان کا نام ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہے۔320ہجری میں فوت ہوئے۔ انہوں نے کتاب بخاری کو امام بخاری سے دو مرتبہ سنا ہے، ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فربر میں سنا۔ فربر میں امام بخاری سے 248ھ میں الجامع الصحیح کو سنا۔ اور 252ھ میں بخارا میں سنا۔ فربری والا نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ فربری سے آگے اس نسخہ کو نقل کرنے والے نو افراد ہیں۔ ان نو آدمیوں میں سے تین ابو اسحاق ابراہیم بن احمد مستملی، ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی اور ابوالہیثم محمد بن مکی کشمیہنی مشہور ہیں۔ ان تینوں کے آگے بیان کرنے والے بزرگ ابوذر عبداللہ بن احمد ہروی ہیں۔ اس نسخہ کا نام نسخہ ابی ذر ہے۔ فربری سے اس نسخہ کو نقل کرنے والے 9آدمی ہیں۔ ان سے آگے اس نسخہ کو سترہ آدمی نقل کرتے ہیں۔ اگر شاگردوں کے لحاظ سے نسخوں کا اعتبار کیا جائے تو فربری والا نسخہ سب سے زیادہ معتبر ہے۔ فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کے سترہ نسخے ہو جائیں گے۔ ان سترہ میں سے ابوذر والا نسخہ زیادہ قابل اعتبار ہے۔ ہمارے ہاتھوں میں بخاری کا جو متداول نسخہ ہے وہ اسی فربریؒ کا ہے۔

نسخہ ثانیہ؛ حافظ نسفی کا نسخہ :

ان کا نام ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی ہے۔ یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں۔294ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے جامع بخاری کو امام بخاری سے براہ راست سنا ہے۔ ابو علی جیانی اپنی کتاب ''تقیید المہمل'' میں لکھتے ہیں کہ حافظ نسفی نے ساری کتاب امام بخاری سے نہیں سنی، چند اوراق رہ گئے تھے۔ وہ اوراق امام بخاری سے اجازۃ نقل کرتے ہیں۔ اس طرح یہ معمولی سا نقص رہ گیا۔ فربری نے تمام کتاب امام بخاری سے سنی ہے تو فربری کا نسخہ زیادہ عمدہ ہے۔ ابراہیم بن معقل کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے۔ ان کے آگے ہمیں یہ نسخہ صرف ایک شاگرد کے واسطہ سے پہنچ رہا ہے۔ اس کے برعکس فربری سے آگے نو آدمی نقل کرتے ہیں۔ اس وجہ سے حافظ نسفی کے اس نسخہ کو وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو نسخہ فربری کو ہوئی۔

نسخہ ثالثہ؛حافظ نسوی کانسخہ :

ان کانام حماد بن شاکر نسوی ہے۔انہوں نے کتاب بخاری کوامام بخاری سے براہ راست سناہے۔لیکن کچھ مقامات کی سماعت ان سے بھی رہ گئی۔ان کی وفات تقریباً290ھ میں ہوئی۔ان کے متعلق بھی بیان کیاجاتاہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے۔ان سے آگے اس نسخہ کو بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے۔توفربری کے نسخہ کی نسبت حماد بن شاکر کے نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جونسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

نسخہ رابعہ؛حافظ بزدوی کانسخہ :

ان کانام ابوطلحہ منصور بھی محمد بن علی بن قرینہ بزدوی ہے۔حافظ بزدوی329ھ میں فوت ہوئے۔امام بخاری کے شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے شاگردوں میں شامل ہیں۔ان کے نسخہ کو بھی نقل کرنے والاایک ہی شخص ہے۔اس وجہ سے اس نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جونسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

صحیح حدیث کے روایت کرنے میں امام صاحب کا منہج اور شرائط:

کتاب کانام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ'' جامع کامفہوم یہ ہے ''یہ کتاب کسی ایک نوعیت کے احادیث پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں احکام، قضایا،اخبار،اداب اور رقاق اور عقیدہ سے متعلق احادیث بھی شامل ہیں۔''الصحیح'' سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی بھی حدیث ضعیف درجہ کی نہیں ہے۔''المسند'' سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب میں تمام احادیث متصل الاسناد ہیں یعنی جو بھی روایات ہیں وہ صحابی کے توسط سے رسول اللہ ﷺ کی ذات پر پہنچ جاتی ہے چاہیے وہ اس روایت کا تعلق قول کے ساتھ ہو، فعل کے ساتھ ہو یا تقریر پر مشتمل ہوں۔

اس کے علاوہ شروط بخاری میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حدیث متصل ہو،اس کے تمام راوی عادل ہوں، حدیث کسی علت خفی سے مکمل پاک ہو، شاذ نہ ہو۔

معنعن روایت کے لیے بھی امامؒ کے اپنے شرائط بہت سخت ہیں، مثلاامامؒ فرماتے ہیں کہ معنعن روایت کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے لیے لقاءاور معاصرت کاہونا بھی ضروری ہے۔اور لقاءکے ثبوت کے لیے سماع کاہوناضروری ہے۔

بخاری میں تکرار، اختصار اور تقطیع حدیث:

مرآۃ البخاری میں حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تکرار حدیث کی دو صورتیں ہیں:

1: ظاہری تکرار 2: حقیقی تکرار

ظاہری تکرار اور من وجہ تکرار تو بخاری میں بہت زیادہ ہے۔ البتہ حقیقی اور من کل الوجوہ تکرار بخاری میں بہت کم ہے۔ بخاری کے بعض نسخوں میں کتاب الحج کے اندر "اب قصر الخطبۃ بعرفۃ" کے بعد "باب تعجیل الوقوف" پایا جاتا ہے۔ اس میں امام بخاری فرماتے ہیں: "یزاد فی الباب حدیث مالک عن ابن شہاب لکنی لا ارید ان ادخل فیہ معادا۔" کہ اس باب میں مالک بن انس والی حدیث درج کی جاسکتی ہے لیکن میں دوبارہ نہیں لانا چاہتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری تکرار سے بچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ جس تکرار سے امام بخاری اجتناب کرتے ہیں، وہ حقیقی تکرار من کل الوجوہ ہے۔ باقی تکرار ظاہری کی جو بات ہے، اس سے امام بخاری اجتناب نہیں کرتے، کیونکہ وہ حقیقت میں تکرار ہے ہی نہیں۔ اور تکرار ظاہری من وجہ کے معقول اسباب اور کئی وجوہات ہیں۔

تکرار ظاہری کے اسباب ووجوہ:

وجہ اول:

امام بخاری ایک باب میں ایک صحابی کی حدیث درج کرتے ہیں، پھر اس حدیث کو دوسرے باب میں کسی دوسرے صحابی سے بیان کرتے ہیں۔ تیسرے مقام پر کسی تیسرے صحابی سے بیان کرتے ہیں، تو ایسے مقامات پر امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث غریب نہیں بلکہ متعدد طرق سے آتی ہے۔ یعنی اس کا مقصد "ان یخرج الحدیث عن حد الغرابۃ۔" ہوتا ہے۔ جس طرح ایک حدیث متعدد صحابہ سے بیان کرتے ہیں، اسی طرح متعدد تابعین سے بھی بیان کرتے ہیں۔ یہاں مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث تابعین کے طبقہ میں بھی غریب نہیں۔ حتیٰ کہ امام بخاری اپنے استاد تک ایسا کرتے

ہیں کہ ایک حدیث ایک استاد سے بیان کی، پھر دوسرے استاد سے، پھر تیسرے استاد سے بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرے اساتذہ کے لحاظ سے بھی حدیث میں ایسی غرابت نہیں۔ایسے مقامات پر تکرار ظاہری ہوتا ہے، یہ حقیقی تکرار نہیں۔اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ سند بدل کر آتی ہے تو ایک حدیث کی متعدد سندیں جمع ہو جاتی ہیں۔

وجہ ثانی:

ایک حدیث میں بہت سے مسائل ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں امام بخاری ہر مسئلے کے لیے مستقل باب قائم کرتے ہیں۔ مثلاً: ایک حدیث سے چار مسائل اخذ ہوتے ہیں تو چار ابواب الگ الگ قائم ہوں گے۔ان چاروں بابوں میں وہی حدیث لائیں گے۔ایسے مقامات پر امام بخاری اس چیز کا خیال رکھتے ہیں کہ سند بدل کر آئے تاکہ من کل الوجوہ تکرار نہ آئے۔مثال کے طور امام بخاری نے حدیث جابرؓ "کنت مع النبی ﷺ فی غزوۃ فابطابی جملی واعیا۔الحدیث" بیس سے زائد مرتبہ لائے ہیں، ایسے ہی حدیث عائشہ "ان النبی ﷺ اشتری بعاما من یھودی الی اجل ورھنہ درعا من حدید" گیارہ مرتبہ لائے ہیں۔

قصہ موسی وخضر علیہ السلام کو دس سے زائد مرتبہ لائے ہیں، حدیث کعب بن مالک قصہ غزوہ تبوک کو دس سے زائد مرتبہ لائے ہیں۔ حدیث اسماء کسوف الشمس کو دس مرتبہ لائے ہیں۔ حدیث بریرہؓ کو اکثر وبیشتر بائیس مرتبہ لائے ہیں۔ وعلی ھذا القیاس اگر تتبع کیا جائے تو اس سے بھی زیادہ مثالیں مل سکتی ہیں۔

وجہ ثالث:

ایک حدیث کو بعض راوی مختصر بیان کرتے ہیں۔کچھ حصہ چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے راوی اس حدیث کو مکمل بیان کرتے ہیں تو امام بخاری ان رواۃ کی روایت کو من وعن اسی طرح بیان کریں گے کہ یہ حدیث ایک جگہ مختصر ہے، دوسری جگہ مکمل ہے۔ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ محدثین جس طرح حدیث سنتے ہیں، اسی طرح بیان کرنے کی حفاظت کرتے ہیں۔کسی طرح کی تبدیلی نہیں کرتے۔

وجہ رابع:

بسااوقات ایک حدیث کو بیان کرنے والے متعدد راوی ہوتے ہیں۔ایک راوی ایک لفظ سے بیان کرتا ہے،دوسرا اس کو دوسرے لفظ سے بیان کرتا ہے۔دونوں لفظوں کے معنوں میں فرق ہوتا ہے۔ایک لفظ سے ایک مسئلہ نکلتا ہے اور دوسرے لفظ سے دوسرا مسئلہ نکلتا ہے تو ایسے مقامات پر امام بخاری الگ الگ باب قائم کرتے ہیں۔احادیث الفاظ باب کے مطابق لاتے ہیں۔

وجہ خامس:

ایک حدیث کو بیان کرنے والے کئی راوی ہوتے ہیں۔ایک راوی کی سند میں رجال کم ہوتے ہیں،دوسری سند میں رجال زیادہ ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں امام بخاری زیادہ رجال والی سند بھی بیان کرتے ہیں اور کم رجال والی سند بھی درج کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث راوی نے اپنے شیخ سے سنی اور شیخ کے شیخ سے بھی سنی۔اس طرح واسطے کم ہو گئے۔

وجہ سادس:

ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں،ایک متصل،دوسری مرسل یا منقطع ہوتی ہے تو امام بخاری دونوں کو ہی بیان کرتے ہیں۔غرض یہ ہوتی ہے کہ اس مقام پر ارسال یا انقطاع مضر نہیں۔واقع میں سند متصل ہے اور حدیث ثابت ہے۔

وجہ سابع:

ایک راوی حدیث کو مرفوع بیان کرتا ہے،دوسرا موقوف بیان کرتا ہے،دونوں کی حدیث درج کر دیتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث واقع میں مرفوع ہے۔اگر کسی صحابی نے عمل کیا ہے تو یہ حدیث کے مطابق ہے۔یہ اضطراب نہیں ہے۔ جیسے رفع الیدین کے سلسلے میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے۔سالم مرفوع بیان کرتے ہیں نافع کے بعض شاگرد

موقوف اور بعض مرفوع بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ بعض شاگردوں کا موقوف بیان کرنا مرفوع کے خلاف نہیں۔ بلکہ عبداللہ بن عمر کا عمل حدیث کے مطابق ہے۔ ابوداؤد نے اس کو اضطراب کہا ہے۔ امام ابوداؤد کو سہو ہو گیا ہے۔ تو امام بخاری یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس میں کوئی اضطراب نہیں، ورنہ اس جیسی کوئی حدیث بھی اضطراب سے خالی نہیں رہے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان کی تو صحابہ اس پر عمل کرتے تھے۔ اس لیے ایسی صورت کو اضطراب کہنا درست نہیں۔

وجہ ثامن:

امام بخاری ایک حدیث کو ایک سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے، وہ حدیث کو عن کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ امام بخاری دوسری سند بیان کرتے ہیں، جس میں راوی اپنے سماع کی تصریح کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تدلیس والے نقص کو دور کر دیا جائے۔

تکرار ظاہری کی ان آٹھ وجوہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ حقیقتاً اور من کل الوجوہ تکرار بہت کم ہے کہ سند اور متن بار بار ایک ہی آ جائیں۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

تقطیع حدیث:

تقطیع حدیث سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری ایک حدیث کو کئی ابواب میں متفرق طور پر بیان کرتے ہیں۔ حدیث کا کچھ حصہ ایک باب میں بیان کیا، کچھ حصہ دوسرے باب میں بیان کیا۔ ایسا بخاری کے اندر موجود ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے حدیث کی تین صورتیں ذہن نشین ہونی چاہییں:

1: حدیث قصیر ہو، یعنی متن بہت چھوٹا ہو۔

2: حدیث کا متن لمبا ہو جو کئی جملوں پر مشتمل ہے۔ وہ جملے آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں، جن کو جدا کرنے سے معنٰی اور مفہوم میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

3: حدیث کا متن لمبا ہے جو متعدد جملوں پر مشتمل ہے، مگر وہ جملے ایک دوسرے کے ساتھ اتنا گہرا ربط نہیں رکھتے جن کو الگ الگ کرنے سے مفہوم اور معنٰی میں خرابی پیدا ہوتی ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں اگر حدیث سے زیادہ مسائل استنباط ہوتے ہیں تو امام بخاری اس حدیث کو متعدد ابواب میں درج کریں گے اور متعدد مسائل اخذ کریں گے۔ اور بعض اوقات لمبی حدیث کو مختصر بھی کر لیں گے جہاں اختصار سے کسی خرابی کا اندیشہ نہ ہو۔ کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک مقام پر حدیث کو معلق ذکر کیا، دوسرے مقام پر متصل بیان کر دیا۔ یہ عمل اس جگہ کرتے ہیں جہاں سند ایک ہو، تو اس سے تکرار ختم ہو گیا۔ تیسری صورت میں امام بخاری ایک حدیث کے جملوں کو الگ الگ کر لیتے ہیں۔ ہر ایک جملے پر باب قائم کریں گے۔ اسی طرح باب قائم کرتے اور مسائل استنباط کرتے جائیں گے۔ اس عمل کو تقطیع حدیث کہتے ہیں۔

اختصار حدیث:

امام بخاری اپنی کتاب کے اندر کسی مقام پر حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کریں تو عام طور پر وہ دوسرے مقام پر مکمل حدیث بیان کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کر دیا ہے اور پوری بخاری میں مکمل حدیث نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ امام بخاری وہاں اختیار کرتے ہیں جہاں اصل حدیث موقوف ہو اور مذکورہ ٹکڑا حکماً مرفوع ہو۔ ایسے مقام پر صرف ایک جملہ بیان کرتے ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت موقوف ہے: "ان اہل الاسلام لا یسیبون۔" کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے۔ یہ ٹکڑا حکماً مرفوع ہے اور باقی حدیث موقوف ہے۔ وہ کہیں بھی نقل نہیں کی۔ تو اختصار حدیث میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ امام بخاری اگر حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کریں تو دوسرے مقام پر پوری حدیث ذکر کریں گے۔ اگر مکمل حدیث کہیں بھی ذکر نہ کی ہو تو وہاں اصل حدیث موقوف ہو گی۔

وفقکم اللہ لما تحب وترضی